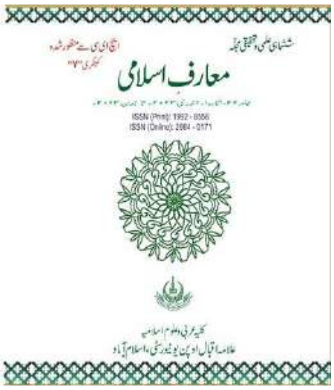

معارفِ اسلامی Ma’ārif-e-Islāmī

eISSN: 2664-0171, pISSN: 1992-8556
Publisher: Faculty of Arabic & Islamic Studies
Allama Iqbal Open University, Islamabad
Website: https://ojs.aiou.edu.pk/index.php/jmi
Vol.24 Issue: 01 (January – June 2025)
Date of Publication: 25-June 2025
HEC Category, **Y**: (2024-2025)

https://ojs.aiou.edu.pk/index.php/jmi

Article	تکثیری معاشرے میں مذہبی وسماجی تنازعات کے حل کا نبوی منہج: پاکستانی تناظر میں تجزیاتی مطالعہ *Prophetic Approach in Solving Socio-Religious Conflicts in a Plural Society: An Analytical Study in Pakistani Context*
Authors & Affiliations	1. **Dr. Riaz Ahmad Saeed** Assistant Professor Department of Islamic Thought & Culture, NUML, Islamabad-Pakistan rasaeed@numl.edu.pk 2. **Masood Akram** Ph.D Research Scholar, Department of Islamic Thought & Culture, NUML, Islamabad-Pakistan masoodaqeel74@gmail.com
Dates	***Received*** 17-02-2025 ***Accepted*** 12-05-2025 ***Published*** 25-06-2025
Citation	Dr. Riaz Ahmad Saeed and Masood Akram, 2025. تکثیری معاشرے میں مذہبی وسماجی تنازعات کے حل کا نبوی منہج: پاکستانی تناظر میں تجزیاتی مطالعہ [online] IRI - Islamic Research Index - Allama Iqbal Open University, Islamabad. Available at: https://iri.aiou.edu.pk [Accessed 25 June 2025].
Copyright Information	تکثیری معاشرے میں مذہبی وسماجی تنازعات کے حل کا نبوی منہج: پاکستانی تناظر میں تجزیاتی مطالعہ 2025@ by Dr. Riaz Ahmad Saeed and Masood Akram is licensed under Attribution-Share Alike 4.0 International
Publisher Information	Faculty of Arabic & Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad, Pakistan https://aiou.edu.pk/

Indexing & Abstracting Agencies

IRI(AIOU)	HJRS(HEC)	Tehqiqat	Asian Indexing	Research Bib	Atla Religion Database (Atla RDB)	Scientific Indexing Services (SIS)

تکثیری معاشرے میں مذہبی وسماجی تنازعات کے حل کا نبوی منہج: پاکستانی تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

Prophetic Approach in Solving Socio-Religious Conflicts in a Plural Society: An Analytical Study in Pakistani Context

Abstract

Socio-religious and socio-political conflicts are the part of our societal life, which sometimes becomes very challenging task to resolve them even in the modern era too. However, if these conflicts are not resolved in a sensible and deliberate manner, these conflicts can seriously disturb the peace and prosperity of the society and may cause a harmful condition. In the early history of Islam, there were conflicts and confrontations with polytheists, Jews, and Christians in Makkah and Madīnah. A significant part from the life of the Prophet Muhammad (PBUH) was spent in resolving these problems, so they shed light about this aspect of the Prophet's life, how to resolve conflicts and how to make society peaceful. Especially, when the Holy Prophet (PBUH) reached Madīnah, he came into contact with a diverse and multicultural society and state. Being the chief executive of the state, the Prophet of Allah laid down some principals of the state and society, which were Justice, equality, public security, accountability, consultation, economic welfare, and protection of ethical aspect of the public. Muslims and People of the Book (Jews and Christians) were two major parties in this state, while polytheists and hypocrites were also present in a reasonable number. In this context, this study defines the strategy of the Prophet (PBUH) that was adopted to resolve inter-religious conflicts in the state of Madīnah. Even in this modern age, many conflicts are arising on religious, political, and ethnic grounds. Despite being a Muslim majority country, Pakistan is a multi-ethnic and multi-religious society in which such incidents are natural. Analytical method of research has been adopted in this research to reach the results. Based on the available sources, this paper perceives that dialogue, peaceful co-existence, respect, tolerance, peace agreements, ceasefire, peace, and amnesty were adopted by the Prophet Muhammad (PBUH) as strategies to resolve conflicts. Therefore, this study suggests that the socio-religious disputes and conflicts can be resolved in the light of principles of the Prophet's (PBUH) Sīrah in contemporary multicultural societies.

***Keywords**: Socio-Religious Conflicts, Prophetic Approach, Peaceful Coexistence, Pakistan*

تمہید:

کسی بھی معاشرے میں مذہبی و سماجی تنازعات کا ہونا ایک فطری عمل ہے جن کو حل کرنا نہایت مشکل مگر ضروری کام ہے۔ اگر انہیں حکمت عملی سے بروقت حل نہ کیا جائے تو یہ تنازعات معاشرے کا امن و سکون تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ عموماً تنازعات مذہبی و سماجی ہم آہنگی کی غیر موجودگی اور بھائی چارہ کے فقدان کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ ابتدائے اسلام سے ہی مکہ و مدینہ میں مشرکین اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ بسا اوقات تنازعات کے ساتھ ساتھ جنگیں بھی ہوئیں اور آپ ﷺ نے ان

معاملات کو حل کرنے میں حکمت عملی سے کام لیا۔اس سے ہمیں رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے اس پہلو کا علم ہوتا ہے کہ کس طرح تنازعات کو حل کر کے معاشرہ کو پر امن بنایا جا سکتا ہے۔ بالخصوص جب نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس ریاست میں مسلمان اور اہل کتاب دو بڑے فریق جبکہ منافقین بھی ایک بڑی تعداد میں موجود تھے۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے دور اندیشی اور حکمت عملی سے خون کے پیاسے لوگوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت پیدا کر دی۔ جیسا کہ اللہ پاک نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

﴿وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾۔[1]

ترجمہ: اور ان کے دلوں میں محبّت پیدا کر دی ہے کہ اگر آپ ساری دنیا خرچ کر دیتے تو بھی ان کے دلوں میں باہمی الفت نہیں پیدا کر سکتے تھے لیکن خدا نے یہ الفت و محبّت پیدا کر دی ہے کہ وہ ہر شے پر غالب اور صاحب حکمت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی 63 سالہ زندگی میں بہت سارے تنازعات کا سامنا کیا، مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت اور ریاست کے قیام نے بھی لوگوں کے ساتھ تعلقات میں پیچیدگیاں پیدا کیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان تمام حالات کو ایک نئے اور مہذب طرزِ عمل سے سنبھالا جس نے اپنے دور کے لوگوں کو اور بعد میں آنے والے لوگوں کو حیران کر دیا تھا اور بالخصوص موجودہ دور میں امن اور تنازعات پر کام کرنے والے لوگوں کے لیے یہ اصول مشعل راہ ثابت ہوئے ہیں۔

عہدِ نبوی میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کی جانے والی کوششیں اس قدر اہم تھیں کہ اسلامی مفکرین ان کوششوں کو ہر دور میں متعدد تنازعات کے حل کے ثبوت اور عملہ نمونہ کے طور پر لیتے ہیں۔امن اور تنازعات کے مطالعہ پر موجودہ تحقیق بھی نبی کریم ﷺ کی عظمت کو واضح کرتی ہے۔ ہم امن کے قیام کے عمل اور موجودہ دنیا کے طریقوں کے مطالعہ کے ذریعے امن کے لیے حضرت محمد ﷺ کے اقدامات کو مشعل راہ بنا سکتے ہیں۔ ان اقدامات کو پاکستان جیسے ملک میں بھی استعمال کر کے بہت سے مسائل پر قابو کیا جا سکتا ہے۔اس کے علاوہ اس تحقیقی مطالعہ میں تنازعات کے حل کے لیے نبی کریم ﷺ کی چند اہم کوششوں اور اقدامات کا تذکرہ کیا گیا ہے جو موجودہ دور میں پاکستان کے لیے بھی قابل عمل ہیں۔ مزید برآں یہ مقالہ رسول اللہ ﷺ کی اس حکمت عملی کو بیان کرتا ہے جو آپ نے بالعموم تنازعات کو حل کرنے کے لیے کی اور بالخصوص وہ حکمت عملی جو ریاست مدینہ میں تنازعات کے حل کے لیے اختیار کی گئی تھی۔

مذہبی و سماجی تنازعات کے حل میں نبوی منہج کا کردار:

تنازعات کا تدارک (Conflict Resolution)[2] عصر حاضر میں بہت ہی اہمیت کا حامل علم ہونے کے علاوہ تعلیمی اداروں میں مستقل شعبہ کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ دنیا بھر کے اعلیٰ تعلیمی اداروں، تحقیقاتی و پالیسی ساز اداروں میں اس پر تدریسی و تحقیقی مطالعات اور تحقیقات کا ایک وسیع سلسلہ جاری و ساری ہے۔ اس علمی شعبے میں ہونے والی اہم پیش رفت کے نتیجے میں تنازعات کے حل کے اصول و مناہج، اسباب و اثرات، مراحل و صورتیں اور تنازع سے نمٹنے کے طریقوں اور تنازع کے نتائج پر بہت کام کیا جا رہا ہے جس سے تنازعات کے حل کے نئے اسلوب و مناہج سامنے آئے ہیں۔

یہ بات بھی بہت اہم اور دلچسپ ہے کہ دنیا میں اس وقت جاری تنازعات یا تو بلاواسطہ مسلم ممالک میں ہیں یا پھر بالواسطہ مسلمانوں سے وابستہ ہیں، اس لیے اس میں اسلامی تعلیمات، شرعی قوانین اور اسلامی تاریخ کا خصوصی مطالعہ کیا جارہا ہے اور امن و تنازعات سے اسلام اور مسلمانوں کے تعلق کی نوعیت کو جاننے کی کوشش کی جارہی ہے۔ قطع نظر اس کے اس ساری کوشش کا مقصد کیا ہے۔ کیونکہ کچھ مغربی سکالرز نے اس عمل کو شعوری یا غیر شعوری طور پر اسلام کی تعلیمات کے خلاف استعمال کیا ہے۔ اس کی ایک مثال برنارڈ لیوس[3] کی کتاب اور اور اس جیسی دیگر کوششیں ہیں۔ مگر اس کے باوجود تنازعات سے بچاو کا علم (Conflict Resolution) کے لیے اسلامی تعلیمات سے بھرپور استفادہ کیا جا رہا ہے۔ اور اس کی اہمیت کے پیش نظر قیامت تک یہ عمل جاری رہے گا۔

اس سارے عمل میں سیرت رسول اکرم ﷺ کا مطالعہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی ایک وجہ رسول اللہ ﷺ نے ان تمام امور سے متعلق امت کو تعلیمات دی ہیں جبکہ دوسری وجہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے مسلمانوں کا ایک والہانہ لگاؤ بھی ہے۔ ساتھ ساتھ یہ بات بھی بہت حوصلہ افزاء اور نہایت اہمیت کی حامل ہے کہ اتنی علمی پیش رفت کے باوجود تنازعات کے علم پر کام کرنے والے ماہرین نے تنازعات سے نمٹنے کے جو جدید اسالیب و مناہج پیش کیے ہیں، اُن سے متعلق ہمیں سیرت نبی کریم ﷺ میں واضح راہنمائی ملتی ہے کہ کس طرح وہ ''ذوبان العرب[4]'' کے بدو جو صرف اونٹوں کو پہلے پانی پلانے پر سالہا سال ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑا کرتے تھے وہ آپس میں ایک قوم بن گئے۔ دنیا کے کسی بھی مذہب میں اس طرح کی مثال نہیں ملتی۔ برصغیر کے معروف مفکر اور مورخ مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی کے مطابق:

> ''آسمانی صحائف اور عمرانی روایات جو اہل نظر تک پہنچی ہیں سب کی سب متفق ہیں کہ تمام قابل تکریم بانیاں مذاہب اور مستحق تعظیم ہادیان صداقت کی کوششوں اور کامیابیوں میں یہ نظیر ہرگز تلاش نہیں کی جاسکتی کہ پچیس سال سے کم مدت میں دنیا کا بہترین ملک اور عرب کے جاہل وحشی لوگ ساری دنیا کے معلم اور سب سے زیادہ مہذب اور بااخلاق بن گئے ہوں۔[5]''

درج ذیل سطور میں انتہائی اختصار کے ساتھ پاکستان میں مختلف تنازعات سے نمٹنے کی نبوی حکمت عملی کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہاں پر منتخب واقعات کو بطور مثال پیش کیا گیا ہے اور پھر ان کا تجزیہ کرکے پاکستان کے معاشرتی، معاشی، مذہبی اور لسانی مسئلے کا حل مستنبط کیا گیا ہے۔

1۔ حلف الفضول:

مکہ کی غیر منظم قبائلی ریاست میں تنازعات کو حل کرنے کے لیے رسول اکرم ﷺ کی پہلی کوشش جسے 'حلف الفضول' کہا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر یہ حلف، مکہ کے معاشرے میں مظلوم کی مدد کا حلف تھا۔ اور بادی النظر میں یہ 'حربِ فجار' یعنی مقدس جنگ کا نتیجہ تھا۔

مکہ میں مرکزی حکومت کے فقدان کی وجہ سے یہ لڑائی قریش اور قبیلہ قیس کے درمیان عکاظ کے میلے میں ہوئی۔ اس لڑائی نے 580 سے 590 عیسوی تک مکہ کی وادی میں عرب قبائل کے انتقامی مزاج سے اپنے خونی جھگڑوں کو دس سال تک طول دیا۔ یہ جنگ چار بڑی لڑائیوں کا ایک سلسلہ تھی اور ہر لڑائی پہلے سے زیادہ شدید ہوتی، آنحضرت نے آخری

چوتھی لڑائی میں مسلح ہو کر شرکت کی تھی،آپ کی عمر مبارک اس وقت صرف ۱۵ برس تھی،آپ کے سپرد یہ خدمت تھی کہ آپ اپنے چچوں کی تیر اٹھا کر دیتے جاتے تھے اور آپ کو خود کسی سے مقابلے اور قتال کا موقع نہیں ملا۔[6]

جنگ کے نتیجے میں عرب کا امن وامان ٹوٹ چکا تھا اور معاشرہ رہنے کے لیے غیر محفوظ ہو گیا۔ یہ حلف مکہ کے مشہور قبائل جیسے بنو ہاشم، بنو تیم، بنو اسد، بنو زہرہ اور بنو مطلب سے لیا گیا تھا۔ سب نے ظلم کے خلاف، کمزوروں اور مظلوموں کے حقوق کی حمایت کرنے، مجبوروں، مسافروں اور پردیسیوں پر جبر کے خلاف اور ہر قسم کے امن کو خراب کرنے سے روکنے کا عہد لیا۔ اس حلف نے عرب میں امن وامان قائم کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اس کے قیام کے بعد کئی سالوں تک مزید جنگیں نہیں ہوئیں اور نہ ہی ظلم ہوا۔[7]

حلف الفضول کا آغاز حضرت زبیر بن عبد المطلب کی تحریک سے ہوا جب مکہ کے مشہور قبائل کے سردار عبداللہ بن جدعان کے گھر جمع ہوئے اور ان سب سرداران نے متفقہ طور پر ظالم کے خلاف متحد ہونا اور مظلوم کی ہر ممکن امداد کرنے کا معاہدہ کیا۔ آپ ﷺ کی ترغیب پر قریش کے نوجوانوں کا ایک ایسا گروہ تیار ہو گیا جو اس معاہدے کے تحت کیے گئے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ہر وقت سر دھڑ کی بازی لگانے کے لیے تیار رہتا تھا۔ اور مکہ کے بڑے بڑے سرداروں کی مجال نہ تھی کہ ان کے فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار کریں۔ اس معاہدے کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت محمد ﷺ کے مشورے اور عمل سے عرب ایک پرامن معاشرہ بن گیا۔[8]

امن وامان کے سلسلے میں آپ ﷺ کی ذاتی دلچسپی اور نوجوانانِ قریش کو دی گئی ترغیب سے اس معاہدے کا سیر حاصل نتیجہ نکلا کہ عرب ایک پرامن معاشرہ بن گیا۔ حلف الفضول کے بارے میں یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ رسول اکرم ﷺ کی مخلصانہ کوششوں سے مظلوم لوگوں کے حقوق کا تحفظ ہوا اور تنازعات کے حل کے لیے ایک بااختیار ادارہ وجود میں آیا۔ حضور ﷺ کا اس معاہدے میں شریک ہونا اور ظلم کے خاتمے کیلئے بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اس چیز کی علامت ہے اور مسلمان وپاکستانی ہونے کے ناطے ہمارا فرض بنتا ہے کہ پاکستان میں بھی اگر کوئی پاکستانی کسی کی حقوق سلب کرے یا کسی پر ناحق ظلم کرے، خاص طور پر غیر ملکی باشندوں یا غیر مسلموں پر ظلم کرے تو ظالم کو اس ظلم سے روکنے کے لیے ہر طرح کی سعی وکوشش کرنی چاہیے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے اس معاہدے کو نبوی زندگی میں بھی پسندیدگی اور قدر کی نگاہ سے دیکھا اور قریش کے ساتھ اس طرح کے معاہدے کی خواہش کا اظہار فرمایا:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ عَوْفٍ قَالَ. قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ'' :

شَهِدْتُ غُلَاماً مَعَ عُمُومَتِي حِلْفَ الْمُطَيَّبِينَ فَمَا أُحِبُّ أَنَّ لِي حُمْرَ النَّعَمِ وَ انِّي أَنْكُثُهُ.''

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں اپنے چچاؤں کے ساتھ ''جب کہ ابھی میں نوعمر تھا'' حِلف المطیّبین (حلف الفضول) میں شریک ہوا تھا۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اس معاہدے کو توڑ ڈالوں۔ اگرچہ مجھے اس کے بدلے میں سرخ اونٹ بھی دیے جائیں''[9]۔

"ایک اور موقع پر رسول اللہؐ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر آج بھی اس جیسے معاہدے کی طرف مجھے بلایا جائے، تو میں اسے فوراً قبول کر لوں گا[10]"۔

حلف الفضول کے معاہدے نے اس اتحاد نے اس بات پر بھی زور دیا کہ انصاف ایک لازمی خصوصیت ہے جو تمام معاشروں میں ہونی چاہیے، اور یہ کہ کسی کو بھی انصاف نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اسی طرح پاکستانی معاشرے میں بھی اس بات کو نافذ کرنا چاہیے کہ جو کمزور اور بے بس لوگ ہوں ان کے ساتھ بھی انصاف کرنا چاہیے۔ اسلام سے پہلے کے معاشرے میں بہت سے گناہ پھیلے ہوئے تھے لیکن انہوں نے ظلم اور دوسروں کے حقوق کی پامالی کو قبول نہیں کیا اور انکار کر دیا۔ اسی لیے انصاف اور ظلم پر کسی قسم کا کوئی سمجھوتا نہیں ہونا چاہیے۔

2۔ حجر اسود کی تنصیب کا معاملہ:

حجر اسود کی تنصیب کا معاملہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا اہم واقعہ ہے اور آپ ﷺ کی معاملات کی نزاکت کو سمجھنے اور اس کے حل کے لیے آپ کی قائدانہ صلاحیتوں کو سمجھنے میں بہت مدد گار ثابت ہوا ہے۔ نبی اکرم (ﷺ) نے عمر کے ۳۵ویں برس میں قدم رکھا اور اس سال قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر نو کا ارادہ کیا، چونکہ خانہ کعبہ کو مقدس سمجھا جاتا تھا اسی وجہ سے ہر قبیلے کی یہ خواہش تھی کہ خانہ کعبہ کی تعمیر کا موقع اس کے قبیلے کو ملے۔ لیکن قریش کے سرداروں نے ممکنہ خطرہ کو بھانپتے ہوئے تعمیراتی کاموں کو تمام قبیلوں میں برابر تقسیم کر دیا گیا تاکہ سارے قبیلوں کو اس کام کا موقع ملے اور حتی الواسع لڑائی جھگڑے سے بچا جا سکے۔ لیکن تعمیر نو کا کام مکمل کرنے کے بعد مقدس حجر اسود کو اپنی جگہ پر بحال کرنے کے لیے تنازعہ کھڑا ہو گیا۔

ہر قبیلے نے اس اعزاز پر اپنا خصوصی حق جتانا شروع کر دیا اور کوئی بھی اس سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں تھا۔ آخر کار ایک طویل جنگ شروع ہونے کو تھی کہ قریش کے سب سے سن رسیدہ 'ابوامیہ بن مغیرۃ' نے تجویز دی کہ صبح جو شخص سب سے پہلے بیت اللہ میں داخل ہو گا اس سے فیصلہ کروایا جائے گا اور پھر سب اس کو من و عن قبول کریں گے اور یہ مسئلہ حل ہو جائے۔ سب نے یہ بات تسلیم کر لی اور آنے والے کا انتظار کرنے لگے۔[11]

علی الصبح سب سے پہلے خانہ کعبہ میں پیغمبر اسلام ﷺ تشریف لائے۔ جب سب کی نگاہیں پیغمبر ﷺ پر پڑیں تو سب نے کہا:

''هذا محمد هذا الامین قد رضینا به"[12]

یہ تو ''صادق وامین'' ہیں، ''محمد'' (ﷺ) ہیں، ہم سب ان کے فیصلہ کو قبول کریں گے۔ سارا معاملہ معلوم ہونے کے بعد محمد ﷺ نے ایک چادر لے کر حجر اسود کو اس کے بیچ میں رکھ دیا۔ پھر ان کی تجویز سے ہر قبیلے کے بزرگوں نے چوغے کا کنارہ لیا اور اسے خانہ کعبہ تک لے گئے اور آخر کار محمد (ﷺ) نے خود ہی اس مقدس پتھر کو اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ ہر کوئی خوش ہو گیا اور خانہ کعبہ کی عمارت کو مکمل کیا گیا۔[13]

رسول اللہ ﷺ نے اس واقعہ میں ثالث کا کردار ادا کیا اور خونریزی کا تنازعہ ختم کیا۔ ثالثی کا یہ عمل تنازعات کے حل میں تاریخ کے قدیم شواہد میں سے ایک تھا۔ یہاں دو پہلوؤں کا بخوبی جائزہ لینا چاہیے۔ اول تو یہ کہ ثالث کے انتخاب کا عمل بالکل بھی سائنسی نہیں تھا اور ظاہر ہے کہ جدید دور کے عمل سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ لیکن اس وقت عربوں پر جہالت اور توہم پرستی کا اتنا اثر تھا کہ جیسا کہ وہ مختلف اُحوال میں کرتے تھے جیسے کوے اور الوؤں کی منحوس سمجھتے تھے، کاہن

بڑی کثرت سے تھے جو سفر سے پہلے یا پھر تیروں کو آسمان پر پھینک کر قسمت کے فیصلے کرتے تھے۔[14] تاہم دوسرا، شاید اس واقعہ کا زیادہ اہم معاملہ، ثالث کا فیصلہ تھا۔ جیسا کہ ثالث محمد (ﷺ) کوئی بھی فیصلہ سنا سکتے ہیں۔ وہ اپنا فیصلہ اپنے قبیلہ قریش کے حق میں دے سکتے تھے لیکن اس صورت میں قبائل کے درمیان پر تشدد لڑائی کا امکان ہو سکتا ہے تھا لیکن جس طرح سے حضرت محمد (ﷺ) نے فیصلہ کیا بلاشبہ وہ اس متنازعہ معاملے میں بہترین فیصلہ تھا۔ انہوں نے یقینی طور پر اپنے بے لوث فیصلے سے ایک فرقہ وارانہ تنازعہ کو حل کیا۔ انہوں نے حریف جماعتوں کے درمیان مشترکہ مفادات کو بانٹنے کی تکنیک کا استعمال کیا جسے موجودہ دور کے فرقہ وارانہ تنازعات کے حل میں استعمال کیا جانا چاہیے۔[15]

> "Through his wisdom, he put the stone in a sheet of cloth and asked all chieftains to hold the sheet. They all took the stone to the site and the Prophetصلی اللہ علیہ وسلم erected the stone on its previous place. Here the Prophet صلی اللہ علیہ وسلم concluded a fierce conflict and calm the situation peacefully through his unique arbitration"[16]

حجر اسود کی تنصیب اور بناء الکعبہ کا معاملہ، تنازعات کو حل کرنے کا کامیاب اور منصفانہ طریقہ تھا، اور تمام اہل قریش اس فیصلے پر مطمئن ہو گئے اگر اس واقعہ کو حکمت نبوی سے حل نہ کیا جاتا تو بہت خون خرابہ ہوتا کیوں کہ خانہ کعبہ تمام قبیلوں کے لیے مقدس تھا اور ہر کوئی اس اعزاز کو پانا چاہتا تھا کہ اس کا قبیلہ حجر اسود کو اس کے مقام پر نصب کرے۔ اور یہ نبی کریم ﷺ کی امانت داری اور احسان مندی تھی کہ سب کو شیر وشکر کر دیا۔ اہل قریش اور اہل مکہ نے آپ ﷺ کو اس عظیم الشان فیصلے پر مبارکباد دی۔

اس واقعہ سے ہمیں یہ رہنمائی حاصل ہوئی کہ اگر پاکستان میں موجود کوئی دو فریق آپس میں کسی مسئلہ پر اختلاف کریں اور قتل و غارت اور باہم تصادم کی صورت پیدا ہو جائے تو اسے حل کرنے کیلئے ثالث بنایا جائے تو احسن طریقے سے اسکو حل کیا جا سکتا ہے۔ اس میں اہم یہ ہے کہ ثالث و منصف صاحبِ فراست شخص ہونا چاہیے جو غیر متعصبانہ اور حکیمانہ طریقے سے مسائل کو حل کرنے کی استطاعت رکھتا ہو جس کے فیصلہ سے پر تشدد واقعات اور تصادم کا امکان نہ ہو اور وہ ایسا فیصلہ کرے جس سے سب کی بھلائی ہو اور تمام طبقات کو اس کے فیصلہ کو قبول کرنے میں کسی قسم کا تردد اور تذبذب نہ ہو۔

3۔ مدینہ کے قبائل میں صلح:

نبی اکرم ﷺ کی ہجرت سے پہلے مدینہ کو عرب کے دوسرے شہروں کی طرح کوئی مرکزی اختیار حاصل نہیں تھا اور قبیلوں پر ان کے اپنے حکمران کی مرضی سے حکومت ہوتی تھی۔ یہودیوں کے علاوہ، بنیادی طور پر مدینہ دو مشہور قبیلوں، 'اوس' اور 'خزرج' میں تقسیم تھا۔ دیرینہ دشمنی نے ان دونوں جماعتوں کو تقسیم کر دیا تھا جس کا نتیجہ دونوں قبائل میں جنگوں کا واقع ہونا تھا۔ ان کی دشمنی کی وجہ سے آخری اور بڑی جنگ جس کا نام 'بواث' تھا، جو کہ رسول اللہ (ﷺ) کے ہجرت سے عین قبل ہوئی تھی۔ چونکہ کوئی قبیلہ شکست قبول کے لیے تیار نہیں تھا، اس لیے لڑائی جاری رہی اور دونوں فریقوں کے بہت سے لوگ مارے گئے۔ اس نازک لمحے میں تنازعہ کو حل کرنے کے لیے دونوں کے درمیان باہمی معاہدے کا خیال پیدا ہوا۔ اس سلسلے میں عبداللہ ابن ابی کو مدینہ کا بادشاہ بنانے کی تجویز پیش کی گئی لیکن کسی متفقہ فیصلے کے

بغیر یہ تجویز ملتوی کر دی گئی اور وہ کسی اور بہتر شخصیت کی تلاش میں رہے جس کا تعلق دو حریف قبیلوں میں سے کسی سے نہ ہو۔

اسی دوران نبوت کے گیارہویں سال کے آخر میں مدینہ کے چھ افراد مکہ میں حج کے لیے گئے اور اسلام کی تعلیم حاصل کی۔ محمد ﷺ کی تعلیمات کو سن کر انہوں نے مدینہ کے باشندوں کے سامنے اسلام قبول کرنے کی تجویز پیش کی اور مسئلہ کو حل کرنے کے لیے محمد (ﷺ) کو اپنا سپریم لیڈر بنایا۔ نتیجے کے طور پر اگلے دو سالوں میں انہوں نے مدینہ سے بالترتیب 12 اور 72 افراد کو نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کے لیے بھیجا۔ انہوں نے ان سے ملاقات کی، اسلام قبول کیا اور ہر سال اسلام کی تعلیمات پر دو عہد لیے۔ ان عہدوں کو بیعت العقبہ کے عہد کے نام سے جانا جاتا ہے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ کی دعوت بھی دی اور ہر قیمت پر ان کا دفاع کرنے کی یقین دہانی کرائی۔ اس دور میں مشرکین کے ظلم و ستم اور سازشوں سے مکہ مسلمانوں کے لیے محفوظ نہیں تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اللہ کے حکم سے مدینہ والوں کی دعوت کو قبول کر لیا اور پیر 27 ستمبر 622ء کو آپ وہاں پہنچے۔ مدینہ کے شہریوں نے آپ کا پرتپاک استقبال کیا اور اسلام قبول کر لیا۔ اور اس طرح رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کے حاکم بن گئے۔ [17]

رسول اللہ ﷺ نے اوس اور خزرج کو اسلام کی اخوت سے جوڑ دیا اور ان میں موجود دیرینہ دشمنی کا خاتمہ کیا ۔ اوس اور خزرج کا جھگڑا فرقہ وارانہ تھا۔ اس کی بنیاد ان کے اپنے قبیلے کی عزت اور برتری پر تھی، نہ کہ کسی مشترکہ مفاد پر۔ ہر ایک نے دوسروں پر اپنی بالادستی کا دعویٰ کیا اور اپنے ہی قبیلوں کے حق میں دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ [18]

رسول اللہ ﷺ نے ان کے خیالات کو اسلام کی تعلیمات پر مرکوز کیا۔ آپ نے حریف جماعتوں کو بھی عزت و احترام دیا اور انہیں دنیا اور آخرت کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے اسلامی اخوت کا تصور پیش کیا تاکہ وہ ہر مسلمان کو رنگ و نسل اور قبیلے سے قطع نظر اپنا بھائی سمجھنے لگے۔ اس قابل ذکر پالیسی نے ان کی دشمنی کو تحلیل کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک ثالث کے کردار میں رسول اللہ (ﷺ) بلاشبہ ایک کامیاب راہنما تھے۔ پاکستان میں اگر قومیت یا لسانیات کی وجہ سے کچھ گروہ آپس میں نسل در نسل سے باہم دست و گریبان ہیں انہیں ایک مشترکہ فکر و سوچ پر اکٹھا کیا جائے جس میں سب کا فائدہ ہو۔ عصر حاضر میں سیاسی عدم استحکام کا سبب بھی جماعتی گروہ بندیاں اور ذاتی مفادات کا تحفظ ہے ایسے میں ضرورت اس امر کی ہے کہ اجتماعی اور عوامی مفادات کو ترجیحی بنیادوں پر رکھتے ہوئے ذاتی اغراض و مقاصد کو پس پشت دالتے ہوئے باہمی تنازعات کو حل کیا جائے جس طرح سیرت طیبہ بھی راہنمائی کرتی ہے۔

4۔ میثاق مدینہ:

ہجرت کے بعد نبی اکرم ﷺ کو مدینہ میں ایک محفوظ ریاست کے قیام کے لیے کچھ قابل ذکر کام انجام دینے پڑے جن میں سے 'میثاقِ مدینہ' آپ کے عظیم ترین کاموں میں سے ایک تھا۔ یہودی، شہر کی ایک قابل ذکر طاقت، تین بڑے قبیلوں میں تقسیم تھے: 'بنو قینقاع، 'بنو نضیر' اور 'بنو قریظہ'۔ بنو نضیر اور بنو قریظہ بالترتیب اوس اور خزرج کے اتحادی تھے اس لیے انہوں نے مدینہ کی باہمی جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ محمد (ﷺ) نے ان گروہوں کو متحد کرنے کی

کوشش کی اور سب کو باہمی تصفیہ اور تعاون کے لیے بلایا جس سے اختلاف کا خطرہ ٹل جائے اور مدینہ میں امن و سلامتی ہو جائے۔اس تناظر میں، پیغمبر اکرم (ﷺ) نے ہر فریق کے نمائندوں سے مشاورت کرتے ہوئے، مدینہ کی شہری ریاست کے لیے ایک منشور، ایک رسمی آئین اور اس کے شہریوں کے لیے قانونی چارہ جوئی کی۔تاریخ دانوں نے اس معاہدے کو دنیا کی تاریخ کا پہلا تحریری منشور سمجھا۔ منٹگمری واٹ نے 47 نکات بیان کیے ہیں جن کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

"مسلمانوں اور یہودیوں کو ایک قوم کی طرح رہنا چاہیے؛ ہر فریق کو اپنے اپنے عقیدے پر قائم رہنا چاہیے، اور نہ ہی کسی دوسرے کے مذہب میں دخل اندازی کرنی چاہیے۔ تیسرے فریق کے ساتھ جنگ کی صورت میں، ہر ایک کو دوسرے کی مدد کے لیے آنا چاہیے۔ مدینہ پر حملہ کی صورت میں دونوں کو اس کے دفاع کے لیے ہاتھ ملانا چاہیے۔ایک دوسرے کے ساتھ مشاورت کے بعد ہی امن قائم کیا جائے۔ مدینہ کو دونوں کے لیے مقدس سمجھنا چاہیے، اس میں ہر قسم کی خونریزی حرام ہے۔ نبی ﷺ کو تنازعہ کی اپیل کی آخری عدالت ہونا چاہیے"۔[19]

تاہم نبی (ﷺ) نے تمام پہلوؤں میں، مسلمانوں اور یہودیوں، دونوں گروہوں کے ساتھ یکساں سلوک کیا۔ انھوں نے مدینہ کے تمام باشندوں کو سماجی حیثیت، حقوق اور ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ مذہبی آزادی میں بھی یکساں درجہ دیا۔ مساوی حقوق اور حیثیت کے حامل یہودیوں کے پاس مدینہ میں ہر جگہ امن قائم کرنے کے لیے مسلمانوں کے ساتھ تعاون کے سوا کچھ نہیں تھا۔ یہ چارٹر رسول اکرم ﷺ کی مدبرانہ شخصیت کو واضح طور پر ثابت کرتا ہے۔[20]

> "The Prophet Muhammad (pbuh) showed true leadership in solving this problem. He signed a pact with the Jewish community, known by scholars as Medina's first constitution. The pact ensured the rights of citizenship for all minority groups in Medina and confederated the Muslims and Jews as two separate communities. This document not only helped to reduce tensions within the city, it shows Prophet Muhammad (pbuh) as a conciliator, one who is able to bring people together for the good of the city."[21]

یہ مستقبل کے تنازعات کو حل کرنے کے لیے ایک مشترکہ عمل تھا۔ مدینہ میں یہود معاشرتی خطرات پیدا کرنے کی خوب صلاحیت رکھتے تھے، اس لیے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جانا چاہیے۔ لیکن تمام اختیارات حاصل کر کے نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف ان کے ساتھ حسن سلوک کیا بلکہ انہیں مساوی حقوق اور مرتبہ بھی دیا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ تفریق جھگڑے کو جنم دیتی ہے اس لیے وہ مدینہ میں اپنی قیادت میں اس کا کوئی موقع دینے کے لیے تیار نہیں تھے۔

اس سفارتی معاملہ فہمی نے بالواسطہ طور پر یہودیوں کو ان کی اطاعت پر رضامند کیا۔ تمام فریق قانون کی نظر میں برابر تھے کسی کو بھی ریاست مدینہ کے امن کو توڑنے کا حق نہیں تھا۔۔ چنانچہ، یہاں رسول اکرم (ﷺ) نے سفارتی طور پر ہر فریق کو ایک نقطہ پر جمع کر دیا تاکہ ریاست کے امن وامان کو قائم رکھنے کے پابند ہو جائیں۔ پاکستان میں اگر کسی شہر میں مختلف عقائد و مذاہب کے لوگ آباد ہوں تو ایک مشترکہ چارٹر بنا کر مشترکہ مفادات کیلئے جدوجہد کر سکتے ہیں۔ اور اس شہر اور عوام کی حفاظت کیلئے قوانین بنائے جاسکتے ہیں تاکہ پُرامن و باحفاظت طریقے سے زندگی گزاری جاسکے۔

میثاق مدینہ جو کہ ریاست مدینہ کے قیام اور حکومت سازی کا ایک بنیادی معاہدہ تھا، کیا۔اس معاہدے میں شامل فریق مسلمان بھی تھے، یہودی بھی تھے اور مشرکین بھی۔اس کے ساتھ ایک سوال یہ بھی سامنے آتا ہے کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے یثرب پر قبضہ کر کے ریاست قائم کی تھی؟تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبضہ کر کے ریاست قائم نہیں کی تھی بلکہ وہاں کے لوگوں پر تین سال مسلسل محنت کر کے، وہاں کی آبادی کو اعتماد میں لے کر یہ ریاست قائم کی تھی۔ دلچسپ اور اہم بات یہ ہے کہ اس ریاست مدینہ کے قیام کی محنت میں ایک جنگ بھی نہیں ہوئی۔ یہ دنیا کی ان چند ریاستوں میں سے ایک ہے جس کی بنیاد مشاورت اور سوشل کنٹریکٹ کے اصول پر رکھی گئی تھی۔ باہمی ملاقاتیں اور مذاکرات ہوئے ہیں، نہ حملہ کیا اور نہ قبضہ کیا، بلکہ تین سال کے مسلسل محت اور انتھک کوششوں کے بعد تمام لوگوں کو اعتماد میں لے کر مذاکرات کے ذریعے یہ ریاست مدینہ قائم ہوئی۔

5۔ صلح حدیبیہ:

نبی اللہ ﷺ تقریباً پندرہ سو اصحاب کے ساتھ عمرہ کی ادائیگی کے لئے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔اس سے پہلے آپ ﷺ نے وہ خواب بھی بتایا کہ آپ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ تشریف لے جاتے ہیں اور عمرہ بجالاتے ہیں[22]۔ ادھر قریش والوں کو یہ پریشانی لاحق ہوئی کہ ایک طرف تو ذوالقعدہ جیسے حرمت کے مہینے میں عمرہ یا حج سے روکنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔دوسری طرف سے اگر مسلمانوں کا اتنا بڑا قافلہ مکہ میں داخل ہو گیا تو اس سے قریش کا سارا رعب ختم ہو جائے گا۔ادھر مسلمانوں کا قافلہ حدیبیہ پہنچ گیا اور قریش کے ساتھ وفود کا تبادلہ شروع ہوا۔

حضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش کے پاس بھیجا کہ ہم جنگ کے لیے نہیں، بلکہ صرف بیت اللہ کی زیارت کے لیے احرام باندھ کر قربانی کے اونٹوں کے ساتھ آئے ہیں۔اسی دوران خبر پھیل گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا ہے۔اس سے جنگ کا خطرہ لاحق ہو گیا، جبکہ مسلمان جنگ کے لیے تیار ہو کر نہیں آئے تھے۔رسول اللہ ﷺ نے اصحاب کو جمع کیا اور جنگ سے فرار نہ کرنے پر سب سے بیعت لی۔ بعد میں قتل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خبر غلط نکلی۔قریش نے صلح پر آمادگی ظاہر کی۔ طویل بحث کے بعد درج ذیل شرائط پر صلح نامہ لکھا گیا:

☆دس سال تک جنگ بند رہے گی۔

☆قریش کا جو شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس بھاگ کر جائے گا اسے واپس کرنا ہو گا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں میں سے جو شخص قریش کے پاس جائے اسے واپس نہ کیا جائے گا۔

☆ قبائل میں سے کوئی قبیلہ کسی ایک فریق کا حلیف بن کر اس معاہدے میں شامل ہو سکتا ہے۔

☆ محمد ﷺ اس سال عمرہ کیے بغیر واپس جائیں گے اور آئندہ سال عمرہ کر سکیں گے۔[23]

یہ جنگ بندی شاید امن اور تنازعات کے حل کے لیے رسول اللہ ﷺ کے خلوص اور شوق کی سب سے بڑی مثال تھی۔ اس واقعہ میں ہم آئندہ تنازعہ کو حل کرنے کے ایک سے زیادہ طریقے دیکھتے ہیں۔ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے قریش کی ترقی یافتہ فوج کے ساتھ جنگ سے دور رہنے کے لیے اجتناب کی پالیسی کا مظاہرہ کیا۔دوسری بات یہ کہ نبی اکرم ﷺ نے جنگ بندی کو منظم کرنے کے لیے بے پناہ تحمل کا مظاہرہ کیا، کیونکہ آپ نے مکہ والوں کے ظلم پر صبر کیا جو انہوں نے اپنے رسولوں کے ساتھ کیا تھا۔ یہاں تک کہ معاہدہ کرنے کے وقت ابو جندل بن سہیل رضی اللہ عنہ جو کہ

ایک نو مسلم مکہ کی قید سے فرار ہوا اور رسول اللہ ﷺ سے پناہ مانگنے لگا تو آپ نے اسے معاہدہ کی شرط کے مطابق پناہ دینے کی اجازت نہ دی۔ اس کے ساتھیوں نے دلیل دی کہ اس وقت یہ معاہدہ نہیں لکھا گیا تھا، اس لیے وہ اسے مکہ والوں کے حوالے کرنے کے پابند نہیں تھے۔ لیکن نبی ﷺ نے قریش کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

آخر میں، معاہدے میں مذاکرات کا طریقہ صحیح معنوں میں انجام دیا گیا۔ مذاکراتی عمل میں نبی اکرم ﷺ نے قریش کی تمام تجاویز کو بغیر کسی سوال کے محض تنازعات کے حل کے لیے تسلیم کر لیا۔ پہلی نظر میں یہ معاہدہ مسلمانوں کے لیے مناسب نہ تھا کیونکہ اس کی بیشتر شقیں مسلمانوں کے مفاد کے خلاف تھیں۔ اور اصحابِ رسول (ﷺ) نے بھی اس کی بعض شرائط کی تردید کی، لیکن محمد (ﷺ) نے ہر قیمت پر صلح کا موقع حاصل کرنے کا عزم کیا۔

درحقیقت حدیبیہ کا معاہدہ مسلمانوں کی بظاہر فتح تھی۔ اس کے بعد مسلمانوں کو دوسرے قبیلوں سے بات چیت کرنے اور اپنے اعلیٰ کردار کو دکھانے کا موقع ملا اور اس کے نتیجے میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے اسلام قبول کیا۔ محمد ﷺ کو بین الاقوامی میدان میں اسلام کے تصور کو پھیلانے اور اپنی ہمہ گیر عظمت کا ثبوت دینے کی گنجائش ملی۔ قریش نے بھی مدینہ کی سیاسی ریاست اور اسلام کو اپنے برابر کی طاقت تسلیم کیا۔ تاریخ نے ثابت کیا ہے کہ یہ معاہدہ گہری سیاسی دانشمندی اور دوراندیشی کا نتیجہ تھا اور اس نے اسلام اور درحقیقت پورے عرب کے لیے بڑے فائدے کے نتائج مرتب کیے۔[24]

اس صلح نامہ کو قریش نے اپنی واضح فتح سمجھا اور مسلمانوں میں بے چینی پھیل گئی۔ صلح حدیبیہ سے واپس جاتے ہوئے راستے میں سورۃ الفتح، فتح و نصرت کی نوید لے کر نازل ہوئی۔ چنانچہ بعد میں سب نے عملاً دیکھ لیا کہ اس معاہدے کی وجہ سے اسلام کو ایک دین کے طور تسلیم کیا گیا۔ جنگ بندی کے نتیجہ میں امن بحال ہوا، جس میں اسلام نے خوب پھلنا پھولنا شروع کیا۔ صرف کچھ ماہ بعد خیبر فتح ہو گیا اور صرف دو سال کے قلیل وقت میں تقریباً پندرہ سو کا یہ لشکر دس ہزار کی تعداد کے ساتھ فتح مکہ کے لئے گیا۔

جنگ بندی کی سب سے اہم شق فریقین کے درمیان دس سال کے لیے ہر قسم کے تنازعات کو حل کرنے والا امن معاہدہ تھا۔ پاکستان کے امن کیلئے ملک دشمن عناصر اور ممالک سے ایسا معاہدہ کیا جا سکتا ہے جسمیں بظاہر پاکستان کو کچھ نقصان بھی برداشت کرنا پڑے۔ کیونکہ جنگ اور بالخصوص ایٹمی جنگ کسی کے حق میں بہتر نہیں ہے۔ اسلئے ایسے معاہدات امن کو قائم کرنے کیلئے کیئے جا سکتے ہیں جیسا کہ صلح حدیبیہ میں کیا گیا۔

6۔ مسجدِ نبوی میں مسیحی وفد کو عبادت کی اجازت:

نجران کے وفد میں ساٹھ آدمی تھے جن میں چودہ شخص ان کے سردار تھے، ان میں سے تین شخص مذہبی اور قومی لحاظ سے ان کے پیشوا تھے، عبدالمسیح، ایھم اور حارثہ بن علقمہ، یہ عقیدہ تثلیث رکھتے تھے۔ جب یہ وفد مدینہ طیبہ کے قریب پہنچا تو انہوں نے اپنے سفر کے لباس کو اتارا اور شاندار لباس زیب تن کیا۔ انہوں نے حیرہ کی بنی ہوئی ریشمی خلعتیں پہنیں، سونے کی انگوٹھیاں اپنی انگلیوں میں سجائیں اور رسولِ کریم ﷺ کی مسجد شریف میں داخل ہوئے۔ اس وقت حضور اکرم ﷺ عصر کی نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ انہوں نے مسجدِ نبوی میں داخل ہو کر مشرق کی طرف منہ کیا اور اپنے طریق پر نماز ادا کر لی۔ بعض صحابہ نے اس سے روکنا چاہا لیکن سرورِ عالم ﷺ نے انہیں ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ انہوں نے اطمینان سے اپنے عقیدہ کے مطابق اپنے قبلہ کی طرف منہ کر کے عبادت کی۔[25]

نجران کے ان عیسائیوں نے حضور اکرم ﷺ سے مختلف سوالات پوچھے۔ جب انھوں نے حق کو تسلیم نہ کیا تو مباہلہ کی دعوت دی جس سے وہ ڈرے اور جزیہ کے اقرار پر صلح کر لی۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے مخالف فریق کو مسجد میں عبادت کرنے کی مکمل آزادی دے کر مذہبی تنازعات کو حل کرنے کا بہترین طریقہ سکھادیا کہ دوسروں کی بات کو تحمل سے سننے کے بعد دلائل سے انہیں قائل کیا جائے نہ کہ نفرت کا اظہار کر کے۔ پاکستان میں دوسرے مذاہب کے لوگ بھی رہتے ہیں۔ انہیں مکمل مذہبی آزادی دینی چاہیے کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق اپنی عبادات کو سرانجام دے سکیں۔

7۔ اہلِ نجران کے ساتھ معاہدہ:

رسول اللہ ﷺ کی دعوت جب اپنے تکمیلی دور کو پہنچی تو آپ ﷺ نے عرب و عجم کے تمام بڑے بادشاہوں، سرداروں اور مذہبی رہنماؤں کو اسلام قبول کرنے اور امن کے قیام کی طرف بلایا۔ اس میں کچھ لوگوں نے اسے قبول کیا، کچھ نے رد کیا جب کہ کچھ لوگ آپ ﷺ سے مذاکرات کرنے کے لیے مدینہ بھی پہنچے۔ ان میں ایک معروف واقعہ وفد نجران کی آمد ہے۔ یہ وفد ۹ ہجری میں مدینہ پہنچا تھا۔ کئی دن کی مسلسل بات چیت اور مذاکرات کے کئی ادوار کے بعد فریقین نے ایک امن معاہدہ پر اتفاق کیا۔ اسے تاریخ میں معاہدہ وفد نجران کے نام سے جانا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور اہلِ نجران کے درمیان طے پانے والے اس معاہدہ کے اہم نکات درج ذیل تھے۔

> ''غیر مسلموں کو ان کے عقیدہ و مذہب سے نہ ہٹائے جانے کی ضمانت فراہم کر دی گئی ہے۔ اس سے اُن کے عقیدہ مذہب کو تحفظ فراہم کر دیا گیا۔ ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کی ضمانت دے دی گئی۔ اُن کے مذہبی راہنماؤں کے تحفظ کی ذمہ داری اسلامی حکومت کا فرض قرار دیا گیا۔ اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں کو برابر کے مذہبی و قانونی حقوق حاصل ہوں گے۔ غیر مسلموں کی عزت وآبرو، جان ومال کی حفاظت مسلم ریاست کی ذمہ داری ہے۔ غیر مسلم اپنے مذہبی عہدیداروں کو خود منتخب کریں گے۔ اُن کی عبادت گاہ کے تمام حقوق کی رعایت کی جائے گی۔ کسی مذہبی منصب کے حامل کو اس کے منصب سے معزول نہیں کیا جائے گا'' ۔[26]

اسلامی حکومت قائم ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے نجران کے عیسائیوں سے یہ معاہدہ کیا، جو اپنی جامعیت کے اعتبار سے اسلامی ریاست میں اقلیتوں کے سیاسی، مذہبی، سماجی، معاشی اور عدالتی حقوق کے تحفظ کی ضمانت ہے۔ اس معاہدۂ نبوی نے مذہبی تنازعات کے حل کا طریقہ واضح کر دیا۔ یہ معاہدہ پاکستان میں موجود اقلیتوں کو سیاسی، سماجی، معاشی، اور مذہبی آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ معاہدہ ہمیں یہ بھی بتاتا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے مختلف فکر و عقیدہ رکھ کر بھی ایک ساتھ امن سے رہ سکتے ہیں۔

8۔ خیبر کے یہودیوں کے ساتھ سلوک:

یہودِ مدینہ جن میں خیبر کے یہودی بھی شامل تھے، اسلام دشمنی میں انہوں نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ ہجرت مدینہ کے بعد قریش مکہ سے مل کر انہوں نے نہ صرف اسلامی ریاست کے خلاف سازشوں کے جال بُنے بلکہ مسلمانوں میں سے جو کوئی کسی یہودی کے ہاتھ آجاتا اس پر مظالم کے پہاڑ توڑے جاتے تھے۔ حضور ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کر کے قلبِ احمد ﷺ اور مسلمانوں کو اذیت دینا اُن کا روز کا معمول تھا مگر اس کے باوجود جب خیبر کی فتح کے موقع پر کچھ

مسلمانوں نے ان کے مویشی کھول لیے اور ہانک کر لے گئے تو اس پر آپ ﷺ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور اسے حلال قرار نہ دیا۔[27]

حضور سید عالم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کے مطالعہ سے یہ امر بھی واضح ہوتا ہے کہ بعض مواقع پر آپ ﷺ نے رواداری و ہم آہنگی سے کام لیتے ہوئے کفار کے ساتھ نرم رویہ اختیار کیا اور بعد میں اس کے انتہائی موثر و مثبت نتائج سامنے آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ پاکستان میں بھی رواداری اور ہم آہنگی سے کام لینا چاہیے۔

9۔ خطبہ حجۃ الوداع:

حج کے دن رسول اللہ ﷺ میدان عرفہ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے دین کے اہم امور پر خطبہ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بیماری اور اس کا علاج بیان کیا اور اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے بیان کیے گئے احکام پر سختی سے عمل کرتے ہوئے یہ فرمایا:

((تَرَكْتُ فيكُم أَمْرينِ لَنْ تضلُّوا ما تَمَسَّكْتُم بهما: كتَابَ الله وسنَّةَ رسوله))

ترجمہ: میں تمہارے درمیان، کتاب اللہ اور اپنی سنت چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک تم اس پر قائم رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے[28]

خطبہ حجۃ الوداع کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

1۔ مساواتِ انسانی کا تصور (Equality of humanity)

آپ ﷺ نے فضیلت کا معیار تقویٰ کو قرار دیا۔ رنگ و نسل کے غیر مساویانہ تصور کو ختم کیا آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! اِنَّ للهِ قَدْ اَذْهَبَ عَنْكُمْ نَخْوَةَ الْجَاهِلِيَةِ وَتَعَظُّمَهَا بِالْاٰبَاءِ۔"[29]

ترجمہ: قریش کے لوگو! خدا نے تمہاری جھوٹی نخوت کو ختم کر ڈالا اور باپ دادا کے کارناموں پر تمہارے فخر و مباہات کی کوئی گنجائش نہیں۔

اس کے علاوہ یہ بھی فرمایا کہ:

"اَيُّهَا النَّاسُ! كُلُّ مُّسْلِمٍ اَخُوا الْمُسْلِمِ، وَاِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ اِخْوَة".[30]

ترجمہ: لوگو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اس سے نسلی تفاخر کا خاتمہ ہوا جس پر اہل عرب فخر محسوس کرتے تھے۔ عربی و عجمی اور گورے و کالے کی فوقیت کے معیار کو ختم کر دیا۔ اور اس مساوات کا عملی مظاہرہ حضرتِ بلال حبشی کی شکل میں نظر آیا، مساوات اور تقوی کی وجہ سے رسول کریم ﷺ نے ان کو ''موذن رسول'' کا لقب عطا کیا۔

2۔ حقوق کی ادائیگی کا حکم (Observance of rights)

حقوق اللہ و حقوق العباد کے حوالے سے آپ ﷺ نے فرمایا:

"ثُمَّ قَالَ: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! لَا تَجِيئُوْا بِالدُّنْيَا تَحْمِلُوْنَهَا عَلٰى رِقَابِكُمْ، وَيَجِيءُ النَّاسُ بِالْاٰخِرَۃ فَلَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا"۔[31]

ترجمہ: قریش کے لوگو! ایسا نہ ہو کہ اللہ کے حضور تم اس طرح آؤ کے تمہاری گردنوں پر تو دنیا کا بوجھ لدا ہوا اور دوسرے لوگ سامانِ آخرت لے کر پہنچیں اور اگر ایسا ہوا تو میں خدا کے سامنے تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔

جو لوگ بزورِ طاقت حقوق العباد غصب کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے کمزوروں کے ساتھ کھڑے ہونے کا قانون بنایا تاکہ یہ کمزوری معاشرتی ڈھانچے میں رکاوٹ نہ بن سکے۔

اسی طرح یہ بھی فرمایا کہ کوئی کسی مسلمان بھائی کا حق غصب نہ کرے:

"فَمَنْ کَانَتْ عِنْدَہٗ اَمَانَۃ فَلْیُؤَدِّھَا اِلٰی مَنِ ائْتَمَنَہٗ عَلَیْھَا۔"[32]

اگر کسی کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ اس بات کا پابند ہے کہ امانت رکھوانے والے کو امانت پہنچادے۔

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ:

"اَیُّھَا النَّاسُ! اِنَّ دِمَائَکُمْ وَ اَمْوَالَکُمْ وَ اَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ، اِلٰی اَنْ تَلْقَوْا رَبَّکُمْ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا، وَکَحُرْمَۃِ شَھْرِکُمْ ھٰذَا، فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا، وَاِنَّکُمْ سَتَلْقَوْنَ رَبَّکُمْ، فَیَسْئَلُکُمْ عَنْ اَعْمَالِکُمْ۔"[33]

ترجمہ: اے لوگو! تمہارے خون و مال اور عزتیں ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے پر قطعاً حرام کر دی گئی ہیں۔ ان چیزوں کی اہمیت ایسی ہی ہے جیسی اس دن کی اور اس ماہ مبارک (ذی الحجہ) کی خاص کر اس شہر میں ہے۔ تم سب خدا کے حضور جاؤ گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بازپرس فرمائے گا۔

3۔خادموں کا حق(Servants&Right of workers)

آپ ﷺ نے اپنے خطبہ میں عورت اور غلام کو دو نمونوں کے طور پر پیش کیا۔ زمانہ جاہلیت میں خواتین پر ہونے والے ظلم کو ختم کرنے اور ان کے حقوق اور انسانی وقار کی ضمانتیں قائم کرنے پر بھی زور دیا اور یہ بھی تاکید کی کہ:

"اَرِقَّائَکُمْ اَرِقَّائَکُمْ، اَطْعِمُوْھُمْ مِمَّا تَاْکُلُوْنَ، وَاکْسُوْھُمْ مِمَّا تَلْبَسُوْنَ"[34].

ترجمہ: اپنے غلاموں کا خیال رکھو، ہاں غلاموں کا خیال رکھو، انہیں وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو، ایسا ہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو۔

4۔لاقانونیت کا خاتمہ(No to lawlessness).

قانون کی بالادستی کی بغیر ریاستی امن و سکون ناپید ہوتا ہے اس لیے آپ نے پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھایا جو عصر حاضر میں بالخصوص پاکستانی حکمرانوں کے لیے ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے کہ کوئی بھی شخص قانون سے بالاتر نہیں ہو سکتا آپ فرماتے ہیں:

اَلَا! کُلُّ شَیْئٍ مِنْ اَمْرِ الْجَاھِلِیَّۃِ تَحْتَ قَدَمَیَّ مَوْضُوْعٌ، وَدِمَاءُ الْجَاھِلِیَّۃِ مَوْضُوْعَۃ، وَاِنَّ اَوَّلَ دَمٍ اَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ الرَّبِیْعَۃِ بْنِ الْحَارِثِ، وَکَانَ مُسْتَرْضَعًا فِیْ بَنِیْ سَعْدٍ، فَقَتَلَہٗ ھُذَیْل۔[35].

دور جاہلیت کا سب کچھ میں نے اپنے پیروں تلے روند دیا۔ زمانہ جاہلیت کے خون کے سارے انتقام اب کالعدم ہیں۔ پہلا انتقام جسے میں کالعدم قرار دیتا ہوں، میرے اپنے خاندان کا ہے۔ ربیعہ بن حارث کے دودھ پیتے بیٹے کا خون جسے بنو ہذیل نے مار ڈالا تھا، اب میں معاف کرتا ہوں۔

اللہ کے رسول نے جاہلیت، اس کے بتوں، اس کی بغاوتوں سے اپنے تعلق کو منقطع کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"اَلاَ! لَا یَجْنِیْ جَانٍ اِلَّا عَلٰی نَفْسِہٖ . اَلاَ! لَا یَجْنِیْ جَانٍ عَلٰی وَلَدِہٖ . وَلَا مُوْلُوْدٌ عَلٰی وَالِدِہٖ". [36]

آگاہ ہو جاؤ! اب مجرم خود ہی اپنے جرم کا ذمہ دار ہوگا، آگاہ ہو جاؤ! اب نہ باپ کے بدلے بیٹا پکڑا جائے گا اور نہ بیٹے کا بدلہ باپ سے لیا جائے گا۔

5۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا حق (Right of the Holy Prophet).

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے اپنی رسالت کے فرائض کو بحسن وخوبی سرانجام دینے پر صحابہ کرام سے گواہی لی:

"وَاَنْتُمْ تُسْأَلُوْنَ عَنِّیْ، فَمَا ذَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ؟ قَالُوْا: نَشْھَدُ اِنَّکَ قَدْ اَدَّیْتَ الْاَمَانَۃَ، وَبَلَّغْتَ الرِّسَالَۃَ، وَنَصَحْتَ۔"[37]

ترجمہ: اور لوگو! تم سے میرے بارے میں (خدا کے ہاں) سوال کیا جائے گا۔ بتاؤ تم کیا جواب دو گے؟ لوگوں نے جواب دیا: ہم اس بات کی شہادت دیں گے کہ آپ نے امانتِ (دین) پہنچا دی اور آپ نے حقِ رسالت ادا فرما دیا اور ہماری خیر خواہی فرمائی۔.

یہ سن کر حضور ﷺ نے اپنی انگشتِ شہادت آسمان کی جانب اٹھائی اور لوگوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ دعا فرمائی: "خدایا گواہ رہنا! خدایا گواہ رہنا! خدایا گواہ رہنا۔

اس جہالت والے دور میں رسول اکرم ﷺ نے انہیں ایک دوسرے کے حقوق و فرائض سے روشناس فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانی حقوق کے دستور کی صورت میں یہ خطبہ عطا فرما کر پرامن اسلامی معاشرہ کی قائم کیا۔ جس پر عمل کر کے عائلی، سماجی، مذہبی تنازعات کو حل کیا جا سکتا ہے۔

پاکستان کو ایک مثالی اور قابلِ تقلید ملک بنانے کیلئے یہ معاہدہ ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ پاکستان کی ترقی کیلئے مساوات، حقوق کی ادائیگی، نسلی تفاخر سے پرہیز، لوگوں کے مال و جان کی حفاظت، کارکنوں سے حُسنِ سلوک، لا قانونیت کا خاتمہ، معاشی استحصال کا خاتمہ، قانون وراثت کا مرد و عورت کے لیے یکساں نفاذ اور دوسرے اُصول جن کی تاکید خطبہ حجۃ الوداع میں موجود ہے، پر عمل کرنا بے حد ضروری ہے۔ اگر ان کا عملی نفاذ کر لیا جائے تو پاکستان کو مثالی ریاست بننے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

10۔ پرامن بقائے باہمی کے لیے رسول اللہ ﷺ کے معاہدات اور خطوط؛ پاکستانی تناظر میں تجزیہ و

پاکستانی سماج و معاشرہ بھی مذہبی، سیاسی اور دیگر کئی پہلوؤں میں تکثیریت کا حامل ہے جس میں مختلف افکار و نظریات سے وابستہ افراد قیام پذیر ہیں اس بناء پر ایسے سماج میں تنازعات کا وقوع پذیر ہونا ایک فطری امر ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کا حل سیرت طیبہ کی روشنی میں کیا جائے۔ اس ضمن میں آپ ﷺ کی سیرت طیبہ اس امر کی شاہد و آئینہ دار ہے کہ آپ نے ہمیشہ امن عامہ کے قیام میں کردار ادا کرنے والے عوامل کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے اس ضمن میں

اگر آپ ﷺ کے فراست و بصیرت سے معمور معاہدات اور خطوط کا مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے نزدیک تنازعات کے مابین تصفیہ اور امن عامہ کا قیام ہمیشہ ترجیح اول کے طور پر رہا ہے حتیٰ کہ آپ کے اولین غزوات ودان [38] اور بواط [39] بھی معاہدہ امن پر منتج ہوئے تھے۔ غزوہ ودان کے موقع پر ہونے والے معاہدہ کی مناسبت سے ڈاکٹر محمد حمید اللہ رقم طراز ہیں:

"یہ تحریر محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بنی ضمرہ کے لیے لکھی گئی ہے۔ وہ امن سے رہیں گے اور ان کے جان ومال محفوظ ہوں

گے۔ اور جو شخص ان پر حملہ کرنے کا ارادہ کرے گا انھیں اس کے مقابلہ میں مدد دی جائے گی"۔[40]

اس معاہدہ میں اس امر پر تاکید کی گئی کہ امن کے قیام کو بہر صورت مقدم رکھنا ہے اور اس میں اہم نکتہ یہ ہے کہ غزوات کے نام سے عموماً جنگ اور قتال کا تاثر ملتا ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس یوں ہے کہ آپ ﷺ نے پہلے غزوہ میں ہی معاہدہ امن کیا جو واضح کرتا ہے کہ امن عامہ آپ ﷺ کے نزدیک کس قدر اہم ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے غزوہ ذی العشیرہ [41] جس میں باقاعدہ جنگ کی نوبت نہیں آئی تھی اس میں آپ ﷺ نے بنو مدلج اور ان کے حلیف بنو ضمرہ سے عدم جنگ کا معاہدہ کیا [42] آپ ﷺ کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی تھی کہ جنگ کی بجائے معاہدہ امن ہو جائے آپ ﷺ نے انتہائی ناگزیر حالات میں جنگ کی اور اس میں بھی ایسے قواعد وضوابط متعارف کروائے جو اعلیٰ انسانی قدروں کے غماز تھے۔ ان معاہدات کی اہمیت کے تناظر میں قاضی منصور پوری لکھتے ہیں:

"اس مبارک ارادے کی تکمیل کے لیے اگر کافی وقت مل جاتا تو دنیا پر آشکار ہو جاتا کہ رحمۃ للعالمین ﷺ دنیا میں تلوار چلانے کو

نہیں بلکہ صلح پھیلانے اور امن قائم کرنے کے لیے آیا ہے۔[43]

اس ضمن میں میثاق مدینہ اور معاہدہ حدیبیہ انتہائی اہمیت کے حامل ہیں جن کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں مرقوم ہے سے بھی بخوب واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے نزدیک سماجی تنازعات کے حل میں پائیدار امن کا قیام از حد ضروری ہے جس کے فروغ میں آپ ﷺ کا کردار آپ کے معاہدات سے بھی مترشح ہوتا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے آپ ﷺ کے جملہ معاہدات جو آپ ﷺ نے مختلف ادوار اور مواقع پر باشندگان ریاست مدینہ، دیگر شاہان ریاست اور قبائل عرب کے ساتھ کیے ان کو مدون فرمایا ہے، ان میں آپ نے جو رؤسائے قبائل عرب کے ساتھ کیے ان کا ملاحظہ کرنے سے جو بنیادی نکات منصۂ شہود پر آتے ہیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

"انھیں اپنی بستیوں میں امان حاصل ہے، ان کی جاگیروں میں مداخلت نہ ہو گی، ان کے جان ومال کی حفاظت اللہ اور اس کے رسول کے ذمہ ہے، فریقین میں سے کوئی ایک دوسرے کے خلاف آمادہ جنگ نہ ہو گا، نہ حملہ کرے گا اور نہ کسی دشمن کی اپنے حلیف کے مقابلے میں اعانت کرے گا"[44]

مذکورہ شقوں سے سماجی تنازعات کے حل کے میں راہنمائی اس طرح لی جاسکتی ہے کہ جب امن عامہ ہو اور دوسروں کے حقوق کو تحفظ حاصل ہو تو تنازعات جنم نہیں لیتے اس لیے اہم نکتہ یہ ہے کہ ایسا نظام استوار کیا جائے جس سے تنازعات جنم لینے والے معاملات کا سد باب کیا جاسکے اور اسی طرح آپ کے مکتوبات بھی یہ ضمانت فراہم کرتے ہیں کہ سماجی

تنازعات کو کس طرح حل کیا جا سکتا ہے۔ تاریخ نے تقریباً دو ڈھائی سو خطوط محفوظ کیے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف قبائلی شیوخ، صوبہ جاتی افسروں اور ہمسایہ حکمرانوں کے نام تحریر کیے تھے [45]۔ ان خطوط گرامی سے دین حنیف کی سچائی نمایاں ہوئی، بین الاقوامی تعلقات کی ضرورت واضح ہوئی، امور خارجہ کی اہمیت اور سفارت کاری کی افادیت کا ادراک و احساس کیا گیا۔ [46] ان خطوط میں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخاطبین کو دعوت اسلام پیش کی وہاں دعوت کو قبول نہ کرنے کے نتائج سے بھی آگاہ فرمایا جیسے آپ نے کسریٰ ایران کو دعوت پیش کرنے کے بعد آخر میں ارشاد فرمایا:

"اسلم تسلم، فان ابیت ،فعلیک اثم المجوس" [47]

ترجمہ: اسلام قبول کر اور سلامتی پا، پس اگر تو نے انکار کیا تو مجوس کا گناہ تمھارے کاندھوں پر ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطوط مقدس کا اسلوب انتہائی اثر آفریں و بصیرت اموز تھا جن سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی عالمگیریت اور آپ کی شان "جوامع الکلم" کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخاطب کے دینی، سیاسی اور مذہبی رجحانات کو مد نظر رکھتے ہوئے جامع، مختصر اور مدلل انداز میں اپنا موقف پیش فرمایا۔ جیسے جو خط مبارک آپ نے شاہ نجاشی کو لکھا تو اس کے مذہب وعقیدے کو مد نظر رکھتے ہوئے کلمات ارشاد فرمائے۔ [48]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہرقل قیصر روم کو جو نامہ ءمبارک ارسال فرمایا تھا اس میں بھی تقریبا وہی جملہ نقل فرمایے تھے جو آپ نے شاہ ایران کو لکھے تھے:

((بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ سَلَامٌ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ أَسْلِمْ تَسْلَمْ وَأَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللَّهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيسِيِّينَ)) [49]

ترجمہ: شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے روم کے بادشاہ

ہرقل کے نام: اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ ابعد! میں تجھے کلمہ اسلام)لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ (کی دعوت دیتا ہوں۔ مسلمان ہو جاؤ تو محفوظ رہو گے۔ اللہ تعالیٰ تجھے دوچندا جر دے گا۔ اگر تم یہ بات نہیں مانو گے تو تمہاری رعایا کا گناہ بھی تم پر ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ نامہ ءمقدس حکمران طبقے کے عقائد و نظریات سے رعایا کے متاثر و مرعوب ہونے پر روشنی ڈالتا ہے اسی مناسبت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم یہ بات نہیں مانو گے تو تمہاری رعایا کا گناہ بھی تم پر ہوگا اور یہی بات آپ نے کسریٰ ایران کو بھی فرمائی تھی" **فعلیک اثم المجوس**" اس کا سبب یہ ہے کہ عوامی مزاج میں طاقت ور کے تابع ہونا کا عنصر غالب ہوتا ہے اگر حکمران طبقہ میں شدت پسندی ہو تو عوام میں بھی شدت پسندی کا رجحان فروغ پانے لگتا ہے پاکستان کئی (مذہبی، سیاسی اور سماجی)اعتبارات سے اس مرض کا شکار ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس خط کی روشنی میں حکمرانوں کی اصلاح کے لیے اقدامات کا اٹھایا جانا ازبس ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا" **أَسْلِمْ تَسْلَمْ** "یہ قابل توجہ ہے اس بابت حفظ الرحمٰن سیوہاروی رقم طراز ہیں:

"نیز اس مقدس جملہ میں اس حقیقت کا بھی اظہار تھا کہ اسلام وہ دین فطرہ ہے کہ اس کی بنیاد ہی سلامتی اور امن پر قائم ہے گویا قبول اسلام امن وسلامتی کا بہترین وثیقہ ہے۔۔۔اور ہر قسم کے فتنہ وفساد کی بنیادیں صرف اس ایک نام ہی سے نہ صرف متزلزل ہو جائیں گی بلکہ ان کی بیخ وبن بھی باقی نہ رہے گی "[50]

آپ ﷺ کے معاہدات وخطوط کا اہم نکتہ ہی یہ ہے کہ امن وسلامتی کو کس طرح فروغ بخشا جائے اور سماجی تنازعات کا دائمی حل ہی اسی امر میں پنہاں ہے کہ جہاں امن ہو گا وہاں فسادات کا خاتمہ ہو گا اس لیے پاکستان جیسا ملک جو تکثیری معاشرے کی حیثیت رکھتا ہے اس میں آپ ﷺ کے معاہدات ومکتوبات سے راہنمائی لیتے ہوئے ایسے قوانین بنانے کی ضرورت ہے جو امن کے قیام کی ضمانت فراہم کرتے ہوں اور علاوہ ازیں آئین پاکستان میں مذکوران تمام شقوں پر عملدرآمد کی ضرورت ہے جو قیام امن کی ضامن ہیں۔

نتائج بحث:

پاکستان میں مذہبی،سیاسی،سماجی،عائلی،معاشی،عدالتی اور معاشرتی تنازعات روزمرہ کی زندگی کاایک لازمی حصہ بن چکے ہیں،اس کے متنوع اجزاء کے لیے بے شمار اتار چڑھاؤ آتا ہے،اور یہاں تک کہ مقام،وقت اور صورتحال کی معمولی تبدیلی کے ساتھ یہ مختلف انداز میں رد عمل دیتا ہے۔اس لئے صرف ایک طریقہ کے استعمال کرکے پاکستان میں انھیں حل کرنا یقینا ناممکن ہے۔اس لیے عالمی مفکرین تنازعات کے تصفیے کے لیے کچھ ایسا عمل نکالتے ہیں جس کو تنازعات کی حالت کے مطابق مناسب ترمیم کی ضرورت ہو۔انسانی معاشرے میں امن وامان قائم کرنے کے لیے اسلام تنازعات کے حل پر بھی زور دیتا ہے۔اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے اقوال واعمال سے راہنمائی فرمائی ہے۔ اس راہنمائی سے پاکستان کے تنازعات کی حقیقت کو سمجھنا اور متنوع تنازعات کے حل کے مختلف اور مناسب طریقوں کا استعمال یقینا بہترین ہو گا۔اس سلسلہ میں آپ ﷺ کے مبارک معمولات مینارہ نور کی حیثیت رکھتے ہیں کہ آپ نے ایسے طبقات کے مابین تنازعات کے تصفیہ کے لیئے عملاً کردار ادا کیا جن کے مذہبی و سماجی اختلافات عام نوعیت کے نہ تھے بلکہ ان میں انتہائی شدت پائی جاتی تھی جس بنا پر وہ عرصۂ ہائے دراز سے ایک دوسرے سے برسرپیکار تھے لیکن اس کے باوجود آپ نے نہ صرف ان کے تنازعات کافور کئے بلکہ ان کو رشتہ اخوت کی لڑی میں بھی پرو دیا جیسے اوس و خزرج کے مابین قدیم زمانہ سے جنگ جاری تھی اس کا خاتمہ کیا علاوہ ازیں دیگر مذہبی طبقات کو بھی مشترکہ واجتماعی مفادات کے نکات پر ایک قومی دھارے میں لے آئے ایسے میں پاکستان میں کوئی امر مانع نہیں ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت سے خوشہ چینی کرتے ہوئے معمولی اور غیر معمولی ہر طرح کے تنازعات کا ختم کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ اخلاص وجذبہ حب الوطنی ہو۔

سفارشات:

احادیث نبویہ اور سیرتِ طیبہ سے واضح ہوتا ہے کہ کوئی انسان بھی اعلی اخلاقی اقدار کی مخالفت نہیں کرتا جیسے ناانصافی سے لڑنا اور مظلوموں کی حمایت کی ضرورت،دوسروں کے حقوق کا تحفظ،وقار کی اعلی اقدار کو پھیلانا۔اور بھائی چارے اور یکجہتی کی اقدار۔یہ ایسی اقدار ہیں جن پر تمام لوگ متفق ہوتے ہیں۔نبوی دور میں بھی آپس کے اختلافات و تنازعات کبھی بھی پسندیدہ نہیں رہے بلکہ ان کو ختم کرنے کی کوشش کی۔عصرِ حاضر میں پاکستان کے حالات بھی نبوی حکمت عملی کا تقاضا کرتے ہیں۔اور تنازعات کے عفریت سے نبرد آزما ہونے کے لیے مشترکہ کوششوں کی ضرورت ہے۔

میڈیا تنازعات کے سد باب میں عوام کی ذہن سازی کرے اور کسی قسم کے اشتعال انگیز پروگرام کو نشر کرنے سے گریز کرے۔اسی طرح پارلیمنٹ،عدالت،میڈیا اور علماء ہر ایک شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے کو اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے وطنِ عزیز میں امن وآشتی کے لیے سعی وجدوجہد کرنی چاہیے۔

سب سے اہم ذمہ داری حکومت کی ہے کہ وہ اپنے وسائل اور طاقت کو استعمال میں لاتے ہوئے ملک و معاشرہ کو تنازعات،فرقہ پرستی اور تکفیری رجحان کے عفریت سے نجات دلائے۔یہ بھی بہت ضروری ہے کہ سنجیدہ اور ذمہ داری کا مظاہرہ کرنے والے افراد کو اہم عہدوں پر فائز کیا جائے جن میں قابلیت وصلاحیت کے ساتھ ساتھ امانت ودیانت کا عنصر بھی بتام وکمال موجود ہو اور وہ یہ گہرا ادراک رکھتے ہوں کہ افتراق وانتشار سے کبھی بھی فلاحی ریاست کا وجود قائم نہیں ہو سکتا

اوراس سوچ کو بھی فروغ بخشنے کی ضرورت ہے کہ ہر فرد ملک وملت کی بہتری کے لئے اپنا کردار ادا کرے کیوں کہ ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ اور یہ اسی وقت ممکن ہو گا جب مقتدر حضرات اپنا کردار ادا کریں گے۔

References

1-الانفال 63 :8

Al Anfaal ,8:63

2- The situation which generates incompatible goals or values among different parties is a classic definition of conflict (Bercovitch, *Social Conflict and Third Parties*, 6)

3- Bernad Lewis, What Went Wrong: Western Impact and Middle Eastern Response (Oxford University Press, 2002), 113.

4-خانہ بدوش بدو کے نام بطور ضرب المثل مشہور تھے۔ جن کو ذوبان العرب یعنی عرب کے بھیڑیئے کہا جاتا تھا۔

The names of the nomadic Bedouins were famous as proverbs. They were referred to as "Zubān al- ‘Arab", meaning "the wolves of Arabia."

5- نجیب آبادی، اکبر شاہ، تاریخ اسلام (لاہور: مکتبہ خلیل، ۲۰۰۴)، ۱۹/۱-۶۱

Najeeb Abadi, Akbar Shah. *Tārīkh-e Islām*. Lahore: Maktaba Khalīl, 2004. 1:19-61.

6- نجیب آبادی، تاریخ اسلام، ۷۹-۸۱

Akbar Shāh Najībābādī, *Tārīkh-e Islām*, 79–81.

7-مبارکپوری، صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم، (لاہور: المکتبۃ السلفیۃ، 1423ھ)، ۹۱

Mubarakpuri, Safiur Rahman. *Al-Raheeq al-Makhtum*. Lahore: Al-Maktabat al-Salafiyyah, 1423 H / 2002 CE, 91.

8- Mustafa Monjur, “An Analysis on the Practices of Prophet Muhammad (PBUH) in Resolving Conflicts,” *Journal of the Bangladesh Association of Young Resear*chers, 1, no. 1, (2011), 113.

9 -احمد بن حنبل، المسند، تحقیق: شعیب الارنؤط، (مؤسسۃ الرسالۃ، س طندارد) 193/3، مسند عبدالرحمٰن بن عوف، حدیث نمبر 1655

Mubarakpuri, Safiur Rahman. *Al-Raheeq al-Makhtum*. Lahore: Al-Maktabat al-Salafiyyah, 1423 AH, 91.

10-الصلابي علی محمد محمد، السیرۃ النبویہ (دروس وعبر)، بیروت: دار ابن کثیر، الطبعۃ السابعۃ، 1436-2015)، 68/1

Al-Sallābī, ʿAlī Muhammad. *Al-Sīrah al-Nabawiyyah: Durūs wa-ʿIbar*. Riyadh: Dār al-Salām, 1436 AH / 2015 CE, 1:68.

11-الصلابی، علی محمد، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، (دار السلام، ریاض: ۱۴۳۳ھ)، جلد: ۱، ص ۱۷۰

al-Sallabī, ʿAlī Muḥammad. *Sīrat al-Nabī* ﷺ. Riyadh: Dār al-Salām, 1423 AH, 1:170.

12-جالندھری، مرزا خان، نظم الدرر والمرجان في تلخيص سیرۃ سید الانس والجان، تحقیق: الطاف حسین ہزاروی (لاہور: ضیاء القرآن، ۱۹۹۹)، 34

Jalandhari, Mirza Khan. *Nazm al-Durar fī Talkhīṣ Sīrat Sayyid al-Ins wa al-Jān*. Edited by Muhammad Altaf. Lahore: Zia al-Qur'an, 1999.

13 -ابن ہشام، محمد عبدالملک، السیرۃالنبویۃ(بیروت: دارابن حزم، ۱۹۹۰)، 223/1

Ibn Hishām, Muhammad ʿAbd al-Malik. *Al-Sīrah al-Nabawiyyah*. Beirut, Lebanon: Dār Ibn Ḥazm, n.d., 1:223.

14 - نجیب آبادی، تارِیخ اسلام، 1/57-58

Najeebabadi , Akbar Shah. *Tārīkh-e-Islām* [History of Islam]. Vol. 1, 57–58.
15-Mustafa, "An Analysis on the Practices of Prophet Muhammad (PBUH)," 114.

16 - Qazi, Shabana, and Abdur Rahman. "Conflict Resolution and the Strategies of the Prophet Muhammad ﷺ." *Iḥyāʾ al-ʿUlūm* 21, no. 2 (July–December 2021): 49–70.

17-ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳:۲۲۴

Ibn Kathīr. *Al-Bidāyah wa al-Nihāyah*. Vol. 3. Cairo: Dār al-Fikr, n.d., 224.

18 - محمد حمید اللہ، رسول اللہ کی حکمرانی وجانشینی، مترجم پروفیسر خالد پرویز(لاہور: مکتبہ رحمانی ۲۰۰۶ء)، ۱۵

Hamidullah, Muhammad. *Rasūl Allāh kī Ḥukūmranī o Jānashīnī*. Lahore: Maktaba Reḥmānī, 2006.

19- Watt, W. Montgomery. *Muhammad at Medina*. Oxford: Clarendon Press, 1956.

20 - محمد حمید اللہ، رسول اللہ کی حکمرانی وجانشینی، ۱۵

Hamidullah, Muhammad. *Rasūl Allāh kī Ḥukūmat aur Jānashīnī*. p. 15.

21 - Dogan, Recep. *Conflict Resolution Forms in the Life of Prophet Muhammad. The International Journal of Religion and Spirituality in Society* 4, no. 2 (January 2014): 12-33. https://doi.org/10.18848/2154-8633/CGP/v04i02/51087.

22 -ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ۴/۲۲۵ ۔

Ibn Kathīr, *al-Bidāyah wa'l-Nihāyah*, 4:225.

23 -ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ(القاہرہ: المکتبہ الخانجی، ۲۰۰۱ء)۹۱/۲۔

Ibn Saʿd, Muhammad ibn Saʿd. *al-Ṭabaqāt al-Kubrā*. al-Qāhira: al-Maktaba al-Khānijī, 2001.
24- Mustafa. *An Analysis on the Practices of Prophet Muhammad (PBUH)*. p. 121.

25 -الازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء النبی(لاہور: ضیاءالقرآن پبلی کیشنز، 1420ھ)، 648/4

al-Azharī, Pīr Muḥammad Karam Shāh. *Ḍiyāʾ al-Nabī*. Lahore: Ḍiyāʾ al-Qurʾān Publications, 1420 AH. Vol. 4, p. 648.

26 -حمید اللہ، الوثائق السیاسیہ، (بیروت: دارالنفائس، ۱۹۸۷ء)، ۱۷۳۔

Muḥammad Ḥamīdullāh. *Al-Wathāʾiq al-Siyāsiyyah*. Bayrūt: Dār al-Nafāʾis, 1987.

27-ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۱۹۲/۴۔

Ibn Kathīr, *al-Bidāyah wa-al-Nihāyah*, 4:192.

28 -مالک بن انس، الموطا، کتاب الجامع، باب النہی عن القول فی القدر، حدیث نمبر 1601

Mālik b. Anas, *al-Muwaṭṭa*ʾ, Kitāb al-Jāmiʿ, Bāb al-Nahy ʿan al-Qawl fī al-Qadar, Hadīth no. 1601.

29-الترمذی، محمد بن عیسی، السنن، کتاب تفسیر القرآن، باب من سورۃ الحجرات، حدیث نمبر3270

al-Tirmidhī, Muḥammad b. ʿĪsā, *al-Sunan*, Kitāb Tafsīr al-Qurʾān, Bāb min Sūrat al-Ḥujurāt, ḥadīth no. 3270.

30 -ابن ہشام، محمد عبدالملک، ،السیرۃ النبویۃ،(بیروت—لبنان: دار ابن حزم، الطبعۃ الثانیۃ،1430)،641

Ibn Hishām, Muḥammad ʿAbd al-Malik, *al-Sīrah al-Nabawiyyah*, Beirut: Dār Ibn Ḥazm, al-Ṭabʿah al-Thāniyah, 1430 AH, p. 641.

31-البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الوصایا، باب ھل ید خل النساء والولد فی الا قارب، حدیث نمبر2753(بالفاظ مختلفۃ)

al-Bukhārī, Muḥammad b. Ismāʿīl, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Waṣāyā, ḥadīth no. 2753. Dimashq–Beirut: Dār Ibn Kathīr, 1423 AH.

32 -ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، 641

Muslim b. al-Ḥajjāj al-Qushayrī, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Ḥajj, ḥadīth no. 1218.

33 -القشیری، مسلم بن حجاجِ، الجامع الصحیح، کتاب الحج، باب حجۃ النبی، حدیث نمبر1218

Muslim b. al-Ḥajjāj al-Qushayrī, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Ḥajj, ḥadīth no. 1218.

34 -الصالحہ، محمد بن یوسف، سبل الھدی والرشاد(القاھرہ: احیاء التراث العربی،1418)،644/8

al-Ṣāliḥī, Muḥammad b. Yūsuf, *Subul al-Hudā wa al-Rashād*, vol. 8, p. 644. Cairo: Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 1418 AH.

35-القشیری، مسلم بن حجاجِ، الجامع الصحیح، کتاب الحج، باب حجۃ النبی، حدیث نمبر1218

Muslim b. al-Ḥajjāj al-Qushayrī, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Ḥajj, ḥadīth no. 1218.

36 -ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، کتاب المناسک، باب الخطبۃ یوم النحر، حدیث نمبر3055

Ibn Mājah, Muḥammad b. Yazīd, al-Sunan, Kitāb al-Manāsik, ḥadīth no. 3055.

37-ابوداؤد، السنن، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ حدیث نمبر1905

Abū Dāwūd, Sulaymān b. al-Ashʿath, al-Sunan, Bāb Ṣifat Ḥijjat al-Nabī, ḥadīth no. 1905.

38-ودان "و" پر زبر اور "د" پر تشدید مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام کا نام ہے۔ یہ رابغ سے مدینہ جاتے ہوئے 29 میل کے فاصلے پر پڑتا ہے۔ "ابوا" ودان کے قریب ہی ایک دوسرے مقام کا نام ہے۔(مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص271)۔ابن ہشام اس کے متعلق یہ عنوان قائم کرتے ہیں "غزوۃ ودان و ھی اول غزواتہَ" (ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ص281)

Waddān -with a fatḥah (zabar) on the letter "wāw (و)" and shaddah (tashdīd) on the letter "dāl (د)" is the name of a place located between Makkah and Madinah. It lies about 29 miles from Rabigh on the way to Madinah. "Abwāʾ" is the name of another nearby location close to Waddān. (Mubārakpūrī, *al-Raḥīq al-Makhtūm*, p. 271).

39-"بواط" ب پر پیش اور "رضوٰی" کوہستان جہینہ کے سلسلہ کے دو پہاڑ ہیں۔ یہ مکہ سے شام جانے والی شاہراہ کے متصل ہے اور مدینہ سے 48 میل کے فاصلے پر ہے۔(مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص272)

"Buwāṭ" (with ḍammah on the letter "b") and "Raḍwā" are two mountains from the mountain range of the tribe of Juhaynah. They are located adjacent to the route from Makkah to Syria and lie at a distance of 48 miles from Madinah. (*Mubārakpūrī, al-Raḥīq al-Makhtūm, p. 272*)

40 - حمید اللہ۔ الوثائق السیاسیہ، ص267

Ḥamīdullāh, Muḥammad, *al-Wathāʾiq al-Siyāsiyyah*, p. 267.

41-"ع" کی پیش اور "ش" کی زبر کے ساتھ "العشیرہ" اسے العسیرہ بھی کہا گیا ہے مکہ اور مدینہ کے درمیان "ینبوع" کے اطراف میں ایک جگہ کا نام ہے (الحموی، معجم البلدان، 127/4)۔ قریش کے تجارتی قافلہ کے تعاقب میں آپ ﷺ اس مقام تک جا پہنچے تھے

Ain "With a ḍammah (u-sound) on the letter ʿAyn and a fatḥah (a-sound) on the letter Shīn, 'al-ʿUshayrah' also known as 'al-ʿUsayrah' is the name of a place located near Yanbuʿ, between Makkah and Madinah (al-Ḥamawī, *Muʿjam al-Buldān*, 4/127). The Prophet ﷺ reached this location while pursuing the Quraysh's trade caravan."

42 - مبارکپوری، الرحیق المختوم، 272،

Mubārakpūrī, Ṣafī al-Raḥmān. *al-Raḥīq al-Makhtūm*, pp. 272–273.

43 - منصور پوری، محمد سلیمان سلمان، رحمۃ للعالمین، (فیصل آباد مرکز الحرمین الاسلامی، اکتوبر 2007)، 121/1

Manṣūrpūrī, Muḥammad Sulaymān Salmān. *Raḥmat li-l-ʿĀlamīn*, vol. 1, p. 121. Faisalabad: Markaz al-Ḥaramayn al-Islāmī, October 2007.

44- محمد حمید اللہ، مرتب، ابو یحیٰ امام خان، سیاسی وثیقہ جات، (لاہور: مجلس ترقی ادب کلب روڈ، طبع دوم، جون 2005ء)، ص132 تا 160

Ḥamīdullāh, Muḥammad (ed. Abū Yaḥyā Imām Khān). *Siyāsī Wathīqājāt*. Lahore: Majlis Taraqqī-yi Adab, 2nd ed., June 2005, pp. 132–160.

45 - حمید اللہ، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، (لاہور: نگارشات پبلشرز، سال اشاعت 2013)، 113

Ḥamīdullāh, Muḥammad. *Rasūl-i Akram ﷺ kī Sīyāsī Ḥayāt*. Lahore: Nigārishāt Publishers, 2013, p. 113.

46 - گیلانی، محمد ابراھیم طاھر (مدیر)، سیرت انسائیکلوپیڈیا، (الریاض: مکتبہ دار السلام، 1435ھ)، 205/8

Gīlānī, Muḥammad Ibrāhīm Ṭāhir (ed.). *Sīrat Encyclopædia*, vol. 8, p. 205. Riyadh: Maktabat Dār al-Salām, 1435 AH.

47 - الصلابي، علی محمد محمد، السیرۃ النبویہ (دروس وعبر)، (بیروت: دار ابن کثیر، الطبعۃ السابعۃ، 1436ھ-2015)، 349/2

al-Ṣallābī, ʿAlī Muḥammad. *al-Sīrah al-Nabawiyyah: Durūs wa ʿIbar*, vol. 2, p. 349. Beirut: Dār Ibn Kathīr, 7th ed., 1436 AH / 2015.

48 - ابن القیم، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، 689/3

Ibn al-Qayyim. *Zād al-Maʿād fī Hady Khayr al-ʿIbād*, vol. 3, p. 689.

49 - البخاری، الجامع الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب قولہ ﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ﴾، حدیث نمبر 4553

al-Bukhārī, Muḥammad b. Ismāʿīl. *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb Tafsīr al-Qurʾān, Bāb Qawlahu: "Qul yā ahl al-kitāb taʿālaw...", ḥadīth no. 4553. Dimashq–Beirut: Dār Ibn Kathīr, 1423 AH.

50 - سیوھاروی، حفظ الرحمٰن، بلاغ مبین یعنی مکاتیب سید المرسلین ﷺ، (لاہور: امجد اکیڈمی، س ط ندارد)، ص238

Suhārwī, Ḥifẓ al-Raḥmān. *Balāgh Mubīn: Yaʿnī Makātīb Sayyid al-Mursalīn* ﷺ, p. 238. Lahore: Amjad Academy.

Bibliography

ابن سعد، محمد بن سعد۔ **الطبقات الکبری** ۔ القاہرہ: المکتبہ الخانجی، 2001۔

Ibn Saʿd, Muḥammad b. Saʿd. *al-Ṭabaqāt al-Kubrā*. Al-Qāhira: al-Maktabah al-Khānijī, 2001.

ابن کثیر، اسماعیل بن عمر۔ **البدایہ والنہایہ**۔ بیروت: مکتبۃ المعارف، 1991۔

Ibn Kathīr, Ismāʿīl b. ʿUmar. *al-Bidāyah wa al-Nihāyah*. Beirut: Maktabat al-Maʿārif, 1991.

ابن ہشام، محمد عبدالملک۔ **السیرۃ النبویۃ**۔ بیروت - لبنان: دار ابن حزم، الطبعۃ الثانیۃ، 1430ھ۔

Ibn Hishām, Muḥammad ʿAbd al-Malik. *al-Sīrah al-Nabawiyyah*. Beirut–Lebanon: Dār Ibn Ḥazm, 2nd ed., 1430 AH.

ابن ہشام، محمد عبدالملک۔ **السیرۃ النبویۃ**۔ بیروت: دار ابن حزم، 1990۔

Ibn Hishām, Muḥammad ʿAbd al-Malik. *al-Sīrah al-Nabawiyyah*. Beirut: Dār Ibn Ḥazm, 1990.

ابوداؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی۔ **السنن**۔ دمشق: دار الرسالۃ العالمیہ، الطبعۃ الأولی، 2009۔

Abū Dāwūd, Sulaymān b. al-Ashʿath al-Sijistānī. *al-Sunan*. Dimashq: Dār al-Risālah al-ʿĀlamiyyah, 1st ed., 2009.

الازہری، پیر محمد کرم شاہ۔ ضیاء النبی۔ لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 1420ھ۔

al-Azharī, Pīr Muḥammad Karam Shāh. *Ḍiyāʾ al-Nabī*. Lahore: Ḍiyāʾ al-Qurʾān Publications, 1420 AH.

البخاری، محمد بن اسماعیل۔ **الجامع الصحیح**۔ دمشق، بیروت: دار ابن کثیر، الطبعۃ الأولی، 1423ھ۔

al-Bukhārī, Muḥammad b. Ismāʿīl. *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*. Dimashq–Beirut: Dār Ibn Kathīr, 1st ed., 1423 AH.

الترمذی، محمد بن عیسی۔ **السنن**۔ بیروت: دار الغرب الاسلامی، الطبعۃ الأولی، 1996۔

al-Tirmidhī, Muḥammad b. ʿĪsā. *al-Sunan*. Beirut: Dār al-Gharb al-Islāmī, 1st ed., 1996.

جالندھری، مرزا خان۔ **نظم الدرر والمرجان في تلخيص سيرة سيد الانس والجان**، تحقیق: محمد الطاف حسین ہزاروی۔ لاہور: ضیاء القرآن، 1999۔

Jālandharī, Mirzā Khān. *Naẓm al-Durar wa al-Marjān fī Talkhīṣ Sīrat Sayyid al-Ins wa al-Jān*. Ed. Muḥammad al-Ṭāf Ḥusayn Hazārawī. Lahore: Ḍiyāʾ al-Qurʾān, 1999.

سیوہاروی، حفظ الرحمٰن۔ **بلاغ مبین: یعنی مکاتیب سید المرسلین ﷺ**۔ لاہور: امجد اکیڈمی، سنِ طباعت ندارد۔

Suhārwī, Ḥifẓ al-Raḥmān. *Balāgh Mubīn: Yāʿnī Makātīb Sayyid al-Mursalīn* ﷺ. Lahore: Amjad Academy, n.d.

الصالحہ، محمد بن یوسف۔ **سبل الھدی والرشاد**۔ القاہرہ: احیاء التراث العربی، 1418ھ۔
al-Ṣāliḥī, Muḥammad b. Yūsuf. *Subul al-Hudā wa al-Rashād*. Al-Qāhira: Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 1418 AH.

الصلابی، علی محمد۔ **سیرت النبی ﷺ**۔ ریاض: دار السلام، 1433ھ۔
al-Ṣallābī, ʿAlī Muḥammad. *Sīrat al-Nabī* ﷺ. Riyadh: Dār al-Salām, 1433 AH.

طبری، ابو جعفر محمد بن جریر۔ **تاریخ طبری**۔ کراچی: دار الاشاعت، 2003۔
al-Ṭabarī, Abū Jaʿfar Muḥammad b. Jarīr. *Tārīkh al-Ṭabarī*. Karachi: Dār al-Ishāʿat, 2003.

القشیری، مسلم بن حجاج۔ **الجامع الصحیح**۔ اردن: بیت الافکار الدولیہ، سنِ طباعت ندارد۔
al-Qushayrī, Muslim b. al-Ḥajjāj. *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*. Jordan: Bayt al-Afkār al-Duwaliyyah, n.d.

مالک بن انس۔ **الموطا**۔ کراچی: مکتبۃ البشری، الطبعۃ الأولی، 1432ھ۔
Mālik b. Anas. *al-Muwaṭṭaʾ*. Karachi: Maktabat al-Bushrā, 1st ed., 1432 AH.

مبارکپوری، صفی الرحمٰن۔ **الرحیق المختوم**۔ لاہور: المکتبۃ السلفیہ، 1423ھ۔
Mubārakpūrī, Ṣafī al-Raḥmān. *al-Raḥīq al-Makhtūm*. Lahore: al-Maktabah al-Salafiyyah, 1423 AH.

محمد حمید اللہ۔ **رسول اللہ کی حکمرانی و جانشینی**، مترجم: خالد پرویز۔ لاہور: مکتبہ رحمانی، 2006۔
Muḥammad Ḥamīdullāh. *Rasūl Allāh kī Ḥukmrānī wa Jānashīnī*. Trans. Khālid Parwēz. Lahore: Maktabah Raḥmānī, 2006.

محمد حمید اللہ۔ **الوثائق السیاسیہ**۔ بیروت: دار النفائس، 1987۔
Muḥammad Ḥamīdullāh. *al-Wathāʾiq al-Siyāsiyyah*. Beirut: Dār al-Nafāʾis, 1987.

نجیب آبادی، اکبر شاہ۔ **تاریخ اسلام**۔ لاہور: مکتبہ خلیل، 2004۔
Najīb Ābādī, Akbar Shāh. *Tārīkh-e Islām*. Lahore: Maktabah Khalīl, 2004.

Bercovitch, Jacob. *Social Conflict and Third Parties: Strategies of Conflict Resolution*. Boulder, CO: Westview Press, 1990.

Lewis, Bernard. *What Went Wrong? The Clash Between Islam and Modernity in the Middle East*. Oxford: Oxford University Press, 2002.

Monjur, Mustafa. "An Analysis on the Practices of Prophet Muhammad (PBUH) in Resolving Conflicts." *Journal of the Bangladesh Association of Young Researchers* 1, no. 1 (2011): 109–125.

Watt, W. Montgomery. *Muhammad at Madinah*. Oxford: Clarendon Press, 1956.